یہودیت، عیسائیت اور اسلام میں عقیدہ توحید ورسالت اور بین المذاہب ہم آہنگی

Monotheism and Prophethood in Abrahamic Faiths and the Interfaith Harmony

ڈاکٹر نور حیات خان*

Abstract

Inter-faith harmony and tolerance, at present are very important and need of the hour. Some realities and established dogmatic differences over the beliefs in Oneness of God and the Prophethood have, however, made achievement of the goal a difficult task, if not impossible. Although having faith in One God (monotheism) is a common factor in the three Abrahamic religions-repeatedly been mentioned in the scriptures- can serve as a shared base for religious harmony. Yet alterations and distortions in the Divine and Prophetic teachings has created several obstacles in reaching the objective and has espoused the ugly face of extremism and terrorism playing with lives of thousands of people in our times.The present paper discusses those obstacles and issues related to it.

Keywords: The Concept of Monotheism and Prophethood in Judaism, Christianity and Islam, Obstacles in interfaith Harmony

بین المذاہب ہم آہنگی اور رواداری موجودہ دور کی ایک ناگزیر اور اہم ضرورت اور وقت کا تقاضا ہے لیکن کچھ حقائق اور مسلمات ایسے ہیں جن کی موجودگی میں ہم آہنگی محال اور رواداری کا فضا پیدا کرنا اگرچہ ناممکن نہیں تاہم مشکل ضرور ہے۔ الہامی مذاہب میں عقیدہ توحید قدرِ مشترک ہے۔ جن کو الہامی تعلیمات میں اہتمام کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور ہم آہنگی کے لئے اساس ہے لیکن مرور زمانہ کے ساتھ عقیدہ توحید ورسالت کی تعلیمات میں تحریف کی وجہ سے کچھ ایسی موانع پیدا ہوگئی ہیں جس نے انتہاپسندی اور دہشت گردی کو جنم دیا ہے اور عصر جدید کے انسانوں کی زندگیاں اس سے دوچار ہیں، تاہم اسلام ہر حالت میں رواداری کی تاکید کرتا ہے۔

عقیدہ کا مفہوم:

عقیدہ کی جمع عقود ہے جو "عقد" سے نکلا ہے جس کے معنی، گرہ لگانے، مضبوط باندھنے اور پختہ کرنے کے ہیں اور "پختہ" ایک ایسے یقین کا معنی دیتا ہے جس میں کوئی شک اور تذبذب نہ ہو۔[1] اصطلاحی طور پر اس سے مراد ایک شخص کا وہ عقیدہ ہے جسے ماننے کے بعد اس کے لئے اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو۔

عقیدہ توحید :

اسلام میں اللہ کو خالق ومالک ماننا اور جاننا اور جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ تمام رسولوں پر ایمان لانا، فرشتوں کے وجود کا اقرار، جنت وجہنم اور کتب سماویہ کے برحق ہونے اور قیامت کے وقوع کا اقرار وغیرہ اس میں شامل ہیں۔ عقیدہ کے اصولِ معتقدات سے واقفیت حاصل کئے بغیر اسلام کا حقیقی علم حاصل نہیں ہوسکتا اور اس کی غرض وغایت یہ ہے کہ انسان

*اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوجز، اسلام آباد۔

کو دنیاوآخرت کی سعادتیں نصیب ہو جائیں۔ یہ اصول وعقائد اسلام کی بنیادیں ہیں کیونکہ جب تک دینی عقیدہ درست نہ ہو گا اس وقت تک اس کے اعمال نیک، درست اور قابل اجروثواب قرار نہیں پاسکتے۔[2]

خالق کائنات کے حوالے سے اسلام کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ وہ اکیلا خالق کائنات ہے کوئی اس کا شریک وہمسر نہیں، وہ بے مثال وبے نظیر ہے اور تقسیم کو پسند نہیں کرتا جیسا کہ زبیدی نے لکھا ہے:

"وھو [ای اللہ]، الواحد متفرد بالذات فی عدیم المثیل والنظیر، والاحد متفرد بالمعنیٰ، قیل: الواحد: ھوالذی لایتجزأ ولایتثنی ولایقبل الانقسام ولانظیر له ولامثل ولایجمع ھذین الوصفین الاباللہ عزوجل"[3]

"یعنی وہ اکیلی ذات ہے، کوئی اس کا نظیر ومثیل نہیں یعنی وہ بے مثال وبے نظیر ہے اور احد بھی اپنی ذات میں اکیلی ذات کو کہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ (وہ) اکیلی ذات ہے، نہ تو وہ جزئیت وثنویت اور نہ تقسیم قبول کرتا ہے، اور نہ کوئی اس کا نظیر ہے اور نہ اس کی کوئی مثال ہے۔ پس یہ دونوں صفات اللہ کے سوا کسی اور میں جمع نہیں ہوسکتیں"۔

توحید کے مفہوم میں یہ بات شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات وصفات میں یکتا مانا جائے۔ اس کے حکم وقانون میں کسی اور کو شریک نہ کیا جائے اور نہ سمجھا جائے۔ قرآن کا حکم ہے:

"اے محمد ﷺ! کہہ دیجئے (لوگوں سے) کہ وہ اللہ ایک ہے، وہ بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے"[4]۔

قرآن کریم میں اہل کتاب کو اس فطری عقیدے کی طرف دعوت دی گئی ہے کہ آؤ اس بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے کہ ہم ایک خدائے واحد کے سوا کسی اور کی پرستش نہیں کریں گے۔[5]

خدائے واحد کا عقیدہ تمام انبیاء کی دعوت کا نقطہ آغاز بھی تھا اور نقطہ انجام بھی ہے اور یہی مطلب ہے کلمہ لا الہٰ الا اللہ کا۔

عقیدہ توحید اور بین المذاہب ہم آہنگی یارواداری:

تمام ادیان میں مکمل ہم آہنگی پیدا ہونا اسلئے دشوار ہے کہ ان میں دین کا بنیادی عقیدہ وہی نہیں رہا جس کی تعلیم تمام انبیاء علیہم السلام دیتے آئے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ نے فرمایا کہ:

"یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا اور اس کے ذریعے سے سب کو خبردار کر دیا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو"[6]۔

اور بنی اسرائیل کے بارے میں فرمایا:

"ان کو ایک معبود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا اور وہ جس کے سوا کوئی مستحق عبادت بھی نہیں"[7]۔

یہودیت اور عقیدہ توحید:

تمام انبیاء بنی اسرائیل نے توحید کا پیغام پہنچایا تھا لیکن یہودیوں نے دوسری اقوام کے نقش قدم پر چل کر وہی عام بت پرستی اختیار کرلی جو اس وقت دنیا کا رواج تھا۔ توحید کے معاملے میں بنی اسرائیل کبھی سنجیدہ نہیں رہے حالت یہ ہوگئی تھی کہ سلطنت یہود کے

دسیوں بادشاہوں میں سے چند کے علاوہ باقی تمام بادشاہ بت پرست تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے جب اس شرک کے خلاف آواز بلند کی تو شاہ یہوداہ نے انہیں عین ہیکل سلیمان کے سامنے مقدس قربان گاہ کے درمیان سنگسار کر دیا۔[8]

بائبل بیان کرتی ہے:

"تب انہوں نے اس کے خلاف سازش کی اور بادشاہ کے حکم سے خداوند کے گھر کے صحن میں اسے (زکریا کو) سنگسار کر دیا"[9]۔

اسی طرح یہود کی بداخلاقی اور مذہبی زوال پر ماتم کرتے ہوئے یرمیاہ علیہ السلام نے گلی گلی کوچے کوچے ان کو سنبھلنے کے لئے پکارا لیکن انہوں نے جواباً سخت دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں رسی سے باندھ کر کنوئیں میں لٹکایا تاوقتیکہ وہ دار فانی سے کوچ کر گئے۔ بائبل ہی کا بیان ہے:

"انہوں نے مجھے پھنسانے کو گڑھا کھود دیا اور میرے پاوں کے لئے پھندے لگائے ہیں"[10]۔

قرآن مجید میں بھی ان کی اس شقاوت قلبی کا تذکرہ موجود ہے کہ:

"وہ پیغمبروں کو بلاوجہ قتل کیا کرتے تھے"[11]۔

بعد میں یہودی قوم آخرکار توحید کی طرف مائل ہوئی لیکن اس میں بھی انہوں نے بت پرستی کا راستہ کھلا ہی رکھا۔ اس زمانے میں انہوں نے توحید کے ساتھ ایک دیوتا "بعل" کی بھی پرستش کی۔ جس کی قرآن یوں تصدیق کرتا ہے:

"اَتَدْعُوْنَ بَعْلاً وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ"[12]

"کیا تم بعل کو پکارتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑ دیتے ہو"۔

بعل کو وہ زرخیری کا دیوتا کہتے اور اپنے بچوں کو اس پر قربان کرتے تھے حالانکہ ان کو جسمانی قربانیوں سے ان کی کتابوں میں روکا گیا تھا۔ یہی بعل رفتہ رفتہ "یہواہ" کہلایا جانے لگا جو غالباً "یاہو" کی مخفف شکل ہے یعنی "اے وہ جو ہے" "یا" خداوند میں ہوں۔[13] یہی "یہواہ" یہودیوں کے دوسرے دیوی دیوتاؤں میں بلند رتبے والا خدا مانا جانے لگا تھا جیسے کہ یونانیوں میں زیوس، رومیوں میں جوپیٹر۔[14]

یہودیوں میں دوسرے معبودوں کے مقابلے میں "یہواہ" کو آہستہ آہستہ بلند رتبہ حاصل ہوا۔ جنگ ہو یا تولید کی خواہش، حتیٰ کہ یہواہ پرستی بنی اسرائیل کے ہر مرض کی دوا سمجھی جانے لگی۔ اپنی ذلت ونکبت کے زمانے میں وہ یہ باور کرتے تھے کہ اگر وہ صرف یہواہ پر بھروسہ رکھیں تو یہواہ آشوریہ کی طاقت توڑ دے گا۔ اسی طرح بتدریج یہواہ کی پرستش میں گہرائی پیدا ہوگئی تاوقتیکہ موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور آپ پر تورات نازل ہوئی تو آپ نے توحید کی دعوت دی جیسا کہ بائبل میں مرقوم ہے:

"سنو اے بنی اسرائیل! ہمارا خدا ایک ہے"[15]۔

یہواہ کی تقدیس پرستی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے اس لفظ کو منہ سے نکالنا ممنوع قرار دیا تھا، غالباً اس کی وجہ تورات کی یہ عبارت تھی:

"تو خداوند اپنے خدا کا نام بے فائدہ نہ لینا کیونکہ جو اس کا نام بے فائدہ لیتا ہے، خداوند اسے بے گناہ نہ ٹھہرائے گا"[16]۔

بلکہ تلمود میں اللہ کے نام لینے پر سزائے موت مقرر ہے:

"Whoever exploiter pronounces the name is guilty of a capital offence"[17]

بلکہ اس کی جگہ انہوں نے دوسرے الفاظ استعمال کرنا شروع کئے تھے مثلاً [L-rd.،G-d] یہ الفاظ جس میں درمیانی کلمہ حذف کرتے ہیں کہ خدا کا نام پورا ادا نہ ہوسکے اور متبادل نام یہ رکھے تھے:

[E-lo-him،A-do-nai]، لارڈ، یا آقا، الٰہ یا خدا۔ اور اس میں بھی احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھا جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ یہودی اپنے خدا کا اسم اعظم ہی بھول گئے۔[18]

یہودیت اور تصور خدا:

یہود نے اپنے ذوق کے مطابق ایک خدا کا تصور بنالیا ہے تاہم ان کا عقیدہ آلائشوں سے پاک نہیں رہا۔ ان کے ہاں اس خدا کی یہ صفات نظر آتی ہیں:

1) خدائے متذبذب اور تھک جانے والا خدا:

جیسا کہ وہ کہتے ہیں: تخلیقِ محنت کے بعد اسے ساتویں دن آرام کی ضرورت محسوس ہوئی حالانکہ اس کے برعکس قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَمَا مَسَّنَا مِن لُّغُوبٍ"[19]

"اور ہمیں کوئی تھکاوٹ بھی محسوس نہیں ہوتی"۔

2) خدائے شراکت دار:

ان کے عقیدے کے مطابق اللہ کے کچھ اور بھی شرکائے کار ہیں جن میں اس کی صفات موجود ہیں۔ خداوند خدا نے کہا:

"دیکھو انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم سے ایک کی مانند ہوگیا۔ اب کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنا ہاتھ بڑھائے اور حیات کے درخت میں سے کچھ لے کر کھائے اور ہمیشہ زندہ رہے"[20]۔

نہ صرف یہ کہ اس آیت سے خدا کے ساتھ انسان کی شراکت کاری کا تصور ملتا ہے بلکہ خدا کے متذبذب اور شک وشبہ میں مبتلا ہونے کا تصور بھی نکلتا ہے۔

یہی بات تورات کی ایک اور آیت نے یوں بیان کی ہے:

"اور خدا نے چاروں طرف گھومنے والی شعلہ زن تلوار کو رکھا تاکہ وہ زندگی کے درخت کی طرف جانے والے راستہ کی حفاظت کرے"[21]۔

3) خوف زدہ خدا:

یہودیوں کے خیال میں ان کا خدا خود انسان سے خوفزدہ رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس نے انسانوں میں اختلاف پیدا کیا ہے تاکہ وہ سلطنت کائنات کے نظام کو برباد نہ کرے۔ تورات کہتی ہے:

"اور خداوند خدا نے کہا: دیکھو یہ لوگ سب ایک ہیں، اور ان سب کی زبان ایک ہے وہ جو کچھ کرنے کا ارادہ کریں گے اسے پورا ہی کرکے دم لیں گے۔ آؤ ہم نیچے جاکر ان کی زبان میں اختلاف پیدا کریں تاکہ وہ ایک دوسرے کی بات ہی نہ سمجھ سکیں"[22]۔

4) خدائے پشیماں:

یہود کے خیال میں خدا اپنی تخلیق کائنات سے ملول اور پشیمان ہے جیسا کہ بائبل میں مذکور ہے:

"خداوند کو افسوس ہوا کہ اس نے زمین پر انسان کو پیدا کیا اور اس کا دل غم سے بھر گیا چنانچہ خداوند نے کہا: میں انسان کو جسے میں نے پیدا کیا روئے زمین پر سے مٹادوں گا بلکہ سب کو خواہ وہ انسان ہوں یا حیوان خواہ وہ زمین پر رینگنے والے جانور ہوں اور ہوا کے پرندے، مجھے افسوس ہے کہ میں نے انہیں بنایا"[23]۔

تلمود جو یہودی زندگی میں تورات کی نہایت اہم مذہبی کتاب ہے جس کا مطالعہ ہر مرد پر ایک مذہبی فرض ہے کہتی ہے کہ طوفان نوح کے موقع پر سیلاب کے ذریعے دنیا جب تباہ ہوگئی تو خدا اس پر سات دن رنجیدہ رہا۔[24]

5) محتاج یاددہانی خدا:

یہود کے نزدیک خدا یاددہانی کا بھی محتاج ہے اور اسے نسیان لاحق رہتا ہے جیسا کہ بائبل میں مذکور ہے۔[25]

6) نسل پرست خدا:

یہود کے نزدیک اللہ رب العالمین کی بجائے رب الاسرائیل ہے اور بنی اسرائیل ہی اس کی محبوب قوم ہے قرآن نے ان کی اس فکر کو ان الفاظ میں ذکر کیا ہے: "نَحنُ اَبنَاءُاللّٰہِ وَ اَحِبَائُہ"[26] "ہم اللہ کے بیٹے اور چہیتے ہیں"۔

تلمود کے مطابق اسرائیل خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں۔[27] اسی طرح تلمود کے بیان کے مطابق خدا اگرچہ سب کا خدا ہے لیکن وہ اسرائیل کا خصوصی خدا ہے۔[28]

> "He (God) said to Israel, I am God over all who came into the world but I have only associated my name with you. I am not called the God of idolaters but the God) of Israel"[29]

7) مغضوب الغضب خدا:

یہودیوں کا خدا دراصل خدائے جنگ، رب الافواج اور مغضوب الغضب خدا ہے۔ اس کا حکم ہے کہ مفتوحین میں سے کسی کو زندہ نہ رہنے دیا جائے، ان کے شہر جلا کر راکھ کر دیئے جائیں اور مفتوحین کا مال ومتاع لوٹ لیا جائے۔[30]

8) مجسم خدا:

وہ اپنے خدا کے جسم کے بھی قائل ہیں جسے رہنے کے لئے مسکن کی ضرورت ہے اور ان کے بزرگوں اور بڑوں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا بھی ہے۔[31]

9) محدود طاقت کا خدا:

جس خدا کو مجسم کر دیا جائے ظاہر ہے اس کی طاقت بھی محدود ہوگی۔ اسی فکر کے تحت بائبل میں اس خدا کی طاقت کو یوں بیان کیا گیا ہے:

"یعقوب کا خدا سے کشتی لڑنا، تب یعقوب اکیلا رہ گیا اور ایک آدمی پو پھٹنے تک اس سے کشتی لڑتا رہا (یعنی خدا)، جب اس آدمی (خدا) نے دیکھا کہ وہ یعقوب پر غالب نہیں آسکتا تو اس نے یعقوب کی ران کے جوڑ کو ایسا چھوا کہ اس آدمی سے کشتی لڑتے لڑتے اس کی نس چڑھ گئی تب اس آدمی نے کہا: مجھے جانے دے کیونکہ اب پو پھٹنے کو ہے۔۔۔ لیکن یعقوب نے کہا کہ جب تک تو مجھے برکت نہ دے میں تجھے نہیں چھوڑونگا، تب اس آدمی نے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: یعقوب۔ تب اس آدمی نے کہا: اب سے تیرا نام یعقوب نہیں بلکہ اسرائیل ہوگا کیونکہ تو نے خدا اور آدمیوں کے ساتھ زور آزمائی کی اور غالب ہوا"[32]۔

10) دھوکہ پر ابھارنے والا خدا:

یہودیوں کے نزدیک خدا اپنے ماننے والوں کو غیروں کی دولت لوٹ لینے اور دھوکہ دہی کی بھی تعلیم دیتا ہے جیسا کہ بائبل کہتی ہے:

"جب تم مصر جاؤ تو تم خالی ہاتھ نہ جاؤ، تمہاری ہر ایک عورت کو چاہئے کہ وہ اپنی پڑوسن سے یا کسی بھی عورت سے جو اس کے گھر میں مہمان ہو، سونے چاندی کے زیور اور لباس مانگ لے جو تم اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو پہنادوگے اور اس طرح تم مصریوں کو لوٹ لوگے"[33]۔

مندرجہ بالا توضیحات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہود کے ہاں عقیدہ توحید اور خدائے واحد کی کیا حیثیت و مقام ہے اور ساتھ ساتھ تورات کے احکامات میں ان کے دست برد کا بھی پتہ چلتا ہے۔

عقیدہ توحید اور عیسائیت:

اسلام وہ معتدل دین ہے جس نے نہ صرف دین موسوی بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے دین کی بھی تصدیق کی ہے اور اسے رسول برحق تسلیم کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت اور آپ کے حقیقی مقام کو بھی دنیا پر واضح کر کے آخر میں فرمایا:

"یہ ہے عیسیٰ ابن مریم اور یہ ہے اس کے بارے میں وہ سچی بات جس میں لوگ شک کر رہے ہیں"[34]۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقی ترجمانی، اس کے مقام و مرتبے، والدہ کی حیثیت اور پارسائی اور خدا رسائی کو جس طرح قرآن نے مختلف آیات میں بیان کیا ہے خود مذہبِ عیسائیت میں بھی اس کا عشر عشیر بیان نہیں ہوا ہے بلکہ ان دونوں کو ان کے بیان نے متنازعہ فیہ بنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ان کے صحیح مقام کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ وہ سچی بات ہے جس میں لوگ شک کر رہے ہیں۔ کیونکہ عیسائی حضرات جس عقیدہ تثلیث کے لاینحل اور گنجلک فکر میں مبتلا ہیں آج تک نہ خود اس کو سمجھ سکے اور نہ دنیا کو اس کی حقیقت سمجھا سکے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی پیرو آپ کو صرف نبی مانتے تھے، موسوی شریعت کا اتباع کرتے تھے عقائد، احکام اور عبادات کے معاملے میں اپنے آپ کو دوسرے بنی اسرائیل سے قطعاً الگ نہ سمجھتے تھے اور یہودیوں سے ان کا اختلاف صرف اس امر میں تھا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح تسلیم کر کے ان پر ایمان لائے تھے اور وہ ان کو مسیح ماننے سے انکار کرتے تھے۔ بہرحال جب سینٹ پال اپنے تمام بدعات، عقیدہ تثلیث اور غیر یہودیوں کے ایک جم غفیر کے ساتھ عیسائیت میں داخل ہوا جس کے مقابلے میں وہ مٹھی بھر لوگ کسی طرح نہ ٹھہر سکے اور اسی طرح عیسائیت میں عقیدہ تثلیث نے رواج پایا تاہم تیسری صدی عیسوی کے اختتام تک بکثرت لوگ ایسے موجود تھے جو مسیح کی الوہیت کے عقیدے سے انکار کرتے تھے۔[35]

اسلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ صرف پیغمبر مانا جاتا ہے بلکہ اس پر ایمان لانا بھی ضروری ہے اور اسے انتہائی راست باز اور حق گو انسان کے طور پر پیش کر کے بڑا رتبہ دیا ہے جبکہ عیسائیت میں ان کو خدائی صفات کا حامل قرار دیا گیا ہے حالانکہ بائبل کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے کبھی بھی خدائی صفات کے حامل ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ بائبل میں کوئی ایسا بیان ملا ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ کہا ہو کہ "میں خدا ہوں میرے سامنے سجدہ بجالاؤ" بلکہ اس کے برعکس بائبل میں بکثرت خدا کی توحید کا تصور ملتا ہے مثلاً:

"میں شیطانی قوتوں کو خدا کی مدد سے ناکام بنادیتا ہوں"[36]۔

مسیح سے بڑے حکم کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے جو جواب دیا اس سے خدا کی جلالت اور توحید کا عقیدہ جھلکتا ہے، کہا:

"پہلا یہ کہ اے اسرائیل سن! خداوند ہمارا خدا ہی واحد خدا ہے"[37]۔

عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی بشریت اور ابن آدم ہونے کا بارہا اظہار کیا ہے لیکن اس کے باوجود موجودہ عیسائیت آپ کے ابن اللہ اور عقیدہ ثلیث پر قائم و مصر ہے۔[38]

اس سلسلے میں رحمت اللہ کیرانوی نے کیا خوب کہا ہے: اگر تثلیث حق اور سچی ہوتی تو موسیٰ اور تمام انبیاء بنی اسرائیل پر یہ بات واجب تھی کہ وہ اس مسئلہ کو کماحقہ واضح کرتے۔ حیرت بالا حیرت ہے کہ شریعت موسویہ جو عہد عیسوی تک تمام بنی اسرائیل کے لئے واجب ہے وہ اس قدر عظیم الشان اور اہم عقیدے کے بیان سے قطعی خالی ہے۔[39]

بین المذاہب ہم آہنگی اور رواداری کے لئے عقیدہ توحید ایک اساس ہے جو اجتماعی اور سماجی زندگی میں ایک اثر انگیز عامل ہے۔ اور معاشرے میں عدل وانصاف اور مساوات کا ذریعہ بھی ہے اور اس کے ذریعے اقوام عالم میں اتحاد و ہمکاری بھی پیدا کی جاسکتی ہے اور ایک عالمگیر سیاسی تنظیم کی بنیاد بھی رکھی جاسکتی ہے۔ لیکن عیسائیت کے عقیدہ تثلیث اور اقانیم ثلاثہ نے اس مرکز میں رخنہ ڈال دیا ہے جس کے مطابق باپ، بیٹا اور روح القدس کے مجموعے کا نام خدا ہے۔[40]

عام عیسائیوں کا یہی عقیدہ ہے جبکہ بعض کے نزدیک باپ، بیٹا اور کنواری مریم وہ تین اقنوم ہیں جن کا مجموعہ خدا ہے یہ تین بھی ہے اور ایک بھی ہے۔[41]

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

> "اس عیسائی نظریے کو اچھی طرح ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ باپ خدا ہے، بیٹا خدا ہے اور روح القدس خدا ہے لیکن یہ تینوں مل کر خدا نہیں بلکہ ایک ہی خدا ہیں لیکن عیسائی نظریے کے مطابق ہم جس طرح ان تینوں میں سے ہر ایک اقنوم کو خدا اور آقا سمجھنے پر مجبور ہیں اسی طرح کیتھولک مذہب نے بھی اس بات کی ممانعت کر دی ہے کہ ہم ان کو تین خدا سمجھیں"[42]۔

عیسائی عقیدے کے اس لاینحل مسئلے کے بارے میں سید مودودی رقمطراز ہے:

> "انہوں نے (عیسائیوں نے) مسیح اور روح القدس کی الوہیت کو بھی خداوند عالم کی الوہیت کے ساتھ ماننا خواہ مخواہ اپنے اوپر لازم کر لیا۔ اس زبردستی کے التزام سے ان کے لئے یہ مسئلہ ایک ناقابل حل چیستان بن گیا کہ عقیدہ توحید کے باوجود عقیدہ تثلیث کو اور عقیدہ تثلیث کے باوجود عقیدہ توحید کو کس طرح نبھائیں، تقریباً اٹھارہ سو برس سے مسیحی علماء اسی خود پیدا کردہ مشکل کو حل کرنے میں سر کھپا رہے ہیں۔۔۔ حالانکہ یہ مشکل نہ خدا نے پیدا کی تھی نہ اس کے بھیجے ہوئے مسیح نے اور نہ اس مشکل کا کوئی حل ممکن ہے کہ خدا تین بھی مانے جائیں اور پھر وحدانیت بھی برقرار رہے۔ اس مشکل کو صرف ان کے غلو نے پیدا کیا ہے۔ اس کا صرف یہی حل ہے کہ وہ غلو سے باز آجائیں، مسیح اور روح القدس کی الوہیت کا تخیل چھوڑ دیں، صرف اللہ کو الٰہ واحد تسلیم کر لیں اور مسیح کو صرف اس کا پیغمبر قرار دیں نہ کہ کسی طور پر شریک فی الالوہیت"[43]۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں:

"نصاریٰ کو خود اس کا اعتراف ہے کہ اس عقیدے کے اثبات کے لئے ہمارے پاس کوئی عقلی دلیل نہیں ہے اور نہ تورات و انجیل کی کوئی صریح شہادت ہے کہ جس میں یہ حکم دیا گیا ہو کہ تم خدا کے تین اقنوم مانو اور تثلیث کا عقیدہ رکھو"[44]۔

اس عقیدہ کے ماننے سے اللہ کا محتاج ہونا لازم آئے گا جو عقلاً محال ہے، ڈاکٹر آر نلڈ میر کہتا ہے:

"Who (Jesus) entered humanity and took upon himself a human form through a virgin"[45]

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خدا اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق یعنی عورت کے بطن سے پھر پیدا ہو۔ یہ کتنا مضحکہ خیز خیال اور عقیدہ ہے عیسائیت کا کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تصور کر لیا ہے۔

رابرٹسن کہتا ہے:

"Jesus insists he is the only begotten.....of God"[46]

اور عیسائی حضرات حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا ثابت کرنے کے لئے طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے بلند مقام سے بہت نیچے لے آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ چرچ کی تعلیمات کے متعلق شک کا اظہار کرتے ہوئے لارڈ ہیڈلی لکھتا ہے:

"It is not very hard to demonstrate that all that is taught by the church as an essential part of Christianity did not come from Jesus "[47]

سید مودودی رقمطراز ہے:

"1431ء میں پوری عیسائی دنیا کے مذہبی پیشواؤں کی ایک کونسل اِفسُس کے مقام پر منعقد ہوئی جس میں مسیح علیہ السلام کی الوہیت اور حضرت مریم علیہاالسلام کے مادر خدا ہونے کا عقیدہ چرچ کا سرکاری عقیدہ قرار پایا۔ عیسائیوں نے اللہ کے ساتھ صرف مسیح اور روح القدس ہی کو خدا بنانے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ مسیح کی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہاالسلام کو بھی ایک مستقل معبود بنا ڈالا حضرت مریم کی الوہیت یا قدوسیت کے متعلق کوئی اشارہ تک بائبل میں موجود نہیں ہے۔ مسیح کے بعد ابتدائی تین سو(300) برس تک عیسائی دنیا اس تخیل سے بالکل ناآشنا تھی"[48]۔

عقیدے کی یہ متضاد باتیں ہم آہنگی اور رواداری میں رکاوٹ اور سدراہ ہیں۔ عیسائی حضرات، الوہیت مسیح کے ساتھ ساتھ ابنیّت مسیح کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں جبکہ اسلام خدا کو ابنیت یا تثلیث سے مکمل طور پر مبرا و منزہ قرار دیتا ہے اور توحید خداوندی میں کسی قسم کی تشکیک کو بالکل برداشت نہیں کرتا۔[49]

قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کرو۔ مسیح ابن مریم اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اللہ کا ایک رسول تھا اور ایک فرمان تھا جو اللہ نے مریم کی طرف بھیجا اور ایک روح تھی اللہ کی طرف سے، پس تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور نہ کہو کہ "تین" ہیں (یعنی تین خداوں کا عقیدہ

چھوڑ دو، اس سے) باز آجاو، یہ تمہارے ہی لئے بہتر ہے۔ اللہ تو بس ایک ہی خدا ہے وہ پاک ہے اس سے کہ کوئی اس کا بیٹا"[50]۔

خود ایک عیسائی محقق عقیدہ تثلیث کے مرکب کے بارے میں رقمطراز ہے:

"عقیدہ تثلیث کا فکری سانچہ یونانی ہے اور یہودی تعلیمات اس میں ڈھالی گئی ہیں اس لحاظ سے یہ ہمارے لئے ایک عجب قسم کا مرکب ہے۔ مذہبی خیالات بائبل کے اور ڈھلے ہوئے ایک اجنبی فلسفے کی صورت میں"[51]

یہ عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اور فطرتِ انسانی کے خلاف ہے، انجیل میں مذکور ہے:

"جو مجھ سے اے خداوند اے خداوند کہتے ہیں ان میں سے ہر ایک آسمان کی بادشاہت میں داخل نہ ہو گا مگر وہی جو میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے۔۔ اس وقت میں ان سے صاف کہہ دونگا کہ میری کبھی تم سے واقفیت نہ تھی۔ اے بدکارو! میرے پاس سے چلے جاؤ۔ پس وہ جو کوئی میری باتیں سنتا اور ان پر عمل کرتا ہے وہ عقل مند ہے۔۔۔ اور جو کوئی میری باتیں سنتا ہے اور ان پر عمل نہیں کرتا وہ بے وقوف ہے"[52]۔

عقیدہ رسالت، اسلام، یہودیت اور عیسائیت:

اسلام نے رسولوں کے مقام واحترام کو بہت بلند کیا ہے بلکہ اسلام اور دیگر مذاہب میں توحید اور رسالت کا اقرار حد فاصل کی حیثیت رکھتا ہے جس کے بغیر نہ کوئی انسان دائرہ اسلام میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ اس کے بغیر اس میں رہ سکتا ہے۔ رسالت صرف حضرت محمد ﷺ کو ماننے کا نام نہیں بلکہ آپ کی رسالت کے اقرار کے ساتھ ساتھ یہ اعتقاد بھی اس کا جزو ہے کہ آپ ﷺ کے بعد اب کوئی شخص نبی بن کر نہیں آسکتا اور آپ ﷺ سے پہلے جتنے انبیائے کرام مبعوث ہوئے ان پر ایمان لانا عقیدہ اسلام کا حصہ ہے۔

"لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِه"[53]

"ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے"۔

پس مومن وہ ہے جو حضرت محمد ﷺ سمیت تمام انبیاء ورسل پر ایمان لاتا ہے اور حضرت محمد ﷺ کو خاتم النبیین تسلیم کرتا ہے مختصراً یہ کہ توحید آئینہ ایمان ہے اور رسالت آئینہ توحید، دونوں لازم وملزوم ہیں چنانچہ مومن وہ ہے جو توحید خالص اور رسالت کلی پر ایمان رکھتا ہے۔[54]

اسلام نے رسالت کا جو جامع اور خوبصورت تصور پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ نہ تو رسولوں کو خدا یا خدا کی اولاد کے درجے میں بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے، اور نہ انہیں عام انسان کے درجے میں لا کر کھڑا کیا ہے بلکہ اسلام اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ تمام رسول جو اپنے اپنے دور میں اخلاق عالیہ اور صفات کاملہ کے اعلیٰ نمونہ تھے، یہ برگزیدہ اور سراپا عصمت ہستیاں انسانوں کی ہدایت کے لئے روشن مینار کی حیثیت رکھتی تھیں اور بشیر ونذیر تھے۔

قرآن مجید اس بات کی تصدیق ان الفاظ میں کرتا ہے:

"۔۔وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْر"[55]

"ہم نے تم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر اور کوئی امت ایسی نہیں گزری جس میں کوئی متنبہ کرنے والا نہ آیا ہو، یعنی نذیر اور ڈرانے والا نہ بھیجا ہو"۔

دنیا اور آخرت کی کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو انسانوں میں اس لئے بھیجا تاکہ وہ ان کے اسوہ پر عمل پیرا ہو کر کامیاب زندگی بسر کریں۔ جیسا کہ اپنے آخری رسول کے بارے میں فرمایا:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ"[56]

"یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار ہو"۔

تاکہ تکمیل توحید کے ساتھ تمام عالم کو ایک ہی رحمۃ للعالمین نبی کے جھنڈے تلے جمع کیا جائے۔

رسولوں کی طاعت من جانب اللہ لازم ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور ہم نے جس رسول کو بھی بھیجا اس لئے بھیجا کہ اذن خداوندی کے مطابق اس کی اطاعت کی جائے"[57]۔

اور اطاعتِ خداوندی کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ ایک شخص اس کے رسول کی اطاعت کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اے نبی کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا"[58]۔

اللہ سے محبت کا تقاضا ہے کہ اس کے رسول کی اطاعت اختیار کی جائے۔ اور ان کی تعلیمات کو اپنے لئے حرز جان بنایا جائے کہ اس میں جنت کا حصول پنہاں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

"جس نے میری اطاعت کی جنت میں داخل ہو گا"[59]۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

"جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا"[60]۔

آپ ﷺ کی رسالت آفاقی وعالمگیر اور تمام انسانوں کے لئے رول ماڈل ہے۔ جس کا دائرہ کار تمام انسانیت کی رہنمائی اور ان کی اخروی فلاح وسعادت پر محیط ہے۔ چونکہ آپ ﷺ کی شخصیت قیامت تک کے لئے نمونہ ہے اس لئے آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ میں سچائی، حلم، صدق، برداشت، محبت، شجاعت، تواضع اور وفا جیسی تمام صفات اپنی جامع حالت میں موجود ہیں جس کی تصدیق جبریل علیہ السلام کے اس قول سے ہوتی ہے، فرمایا:

"میں زمین میں مشرق سے مغرب تک گھوما لیکن مجھے محمد ﷺ سے افضل کوئی نہیں ملا"[61]۔

برصغیر کے ایک ہندو شاعر گوپی ناتھ نے آپ ﷺ کو شفیع امم اور رحمت عالم قرار دیکر ان الفاظ میں ہدیہ تبریک پیش کیا ہے:

شفیع امم رحمت عالمین ہے — فقط یہ متاع مسلمان نہیں ہے
نظام کہن کو کیا پارہ پارہ — تری ذات والا نمونہ آفرین ہے
یہ لڑتے قبائل کو کس نے بتایا — محبت نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے۔[62]

رب کائنات کی محبت کے حصول کے لئے پیغمبر آخر الزمان ﷺ کو ذریعہ بنا کر علامہ اقبال رقمطراز ہے:

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں[63]

پیغمبر خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ہوتا ہے اور خدا ہی کا حکم ہے کہ اس پر ایمان لاؤ اور اس کی اطاعت اختیار کرو۔ اب جو کوئی پیغمبر پر ایمان نہیں لاتا وہ خدا کے خلاف بغاوت کرتا ہے۔[64]

یہود اور عقیدہ رسالت:

یہود کے مطابق رسالت ایک وہبی چیز ہے اور تمام افراد میں ہر لحاظ سے اعلیٰ انسانوں کو اس کے لئے منتخب کیا جاتا ہے لیکن ان کے ہاں یہ منصب صرف بنی اسرائیل کے لئے مخصوص تھا اور بعض پیغمبر دوسری قوموں سے بھی ہوئے ہیں لیکن دوسری قوموں کے نبی بنی اسرائیل کے انبیاء کے برابر نہ تھے اس فرق کو سمجھانے کے لئے تلمود ایک گھناؤنی مثال یوں بیان کرتی ہے (معاذ اللہ)۔ تلمود کہتی ہے:

"Parable a king who had a wife and a concubine, the former he visits openly, the latter in secret. Similarly the Holy one, blessed by he communicated with gentile prophets only in half speech but with the Prophet of Israel he communicated in full speech, in language of live. In language of holiness, in the language where with the ministering angels praise him"[65]

یہود جس احساس برتری کے شکار ہیں یہ جھلک ان کی کتابوں میں بھی نظر آتی ہے۔ یہی تلمود ایک اسرائیلی اور غیر اسرائیلی پیغمبر کے درمیان ذمہ داری کے لحاظ سے یوں فرق کرتی ہے:

"اسرائیلی پیغمبر اپنے سامعین کو گناہ سے متنبہ کرتے تھے جبکہ دوسری قوموں کے نبی لوگوں کو فحاشی کی ترغیب دیتے تاکہ ان کو دنیا سے ختم کر دیا جائے"[66]۔

تلمود کا یہ تصور خود موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ کتاب استثناء میں مذکور ہے جو تورات کی پانچویں کتاب ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آخری کتاب بتلائی جاتی ہے:

"خداوند تمہارا خدا تمہارے لئے تمہارے اپنے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی بات ضرور سننا"[67]۔

بائبل (عہد نامہ قدیم) میں انبیائے کرام کے حوالے سے ایسے نازیبا الفاظ اور افکار بیان کئے گئے ہیں جو ایک عام انسان کے لئے بھی نامناسب ہیں چہ جائیکہ انبیاء کے بارے میں ایسی آراء کو قائم اور بیان کر دیا جائے۔ پروفیسر مولانا محمد یوسف خان یہود کی عصمت انبیاء کے عقیدہ کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

"ان کے ہاں انبیاء اپنے وصف نبوت و عصمت سے تو درکنار العیاذ باللہ درجہ انسانیت سے بھی پست نظر آتے ہیں اور محسوس ایسا ہوتا ہے کہ یہ کتاب (عہد نامہ قدیم) "وحی الٰہی" کی ترجمان نہیں، کسی متعصب اور انتہائی زبان دراز انسان کا سیاہ نامہ اعمال ہے جو اس نے اپنی بدبختی پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لئے رخ قرطاس پر تھوپ دیا ہے"[68]۔

آدم علیہ السلام کے بارے میں عہد نامہ قدیم کے باب پیدائش میں یوں اظہار کیا گیا ہے:

"اور آدم اور اس کی بیوی دونوں ننگے تھے اور شرماتے نہ تھے"[69]۔

لوط علیہ السلام کے بارے میں جس بے ہودگی کا ذکر بائبل میں ملتا ہے وہ عقیدہ رسالت کے بالکل منافی ہے۔ بائبل کہتی ہے:

"وہ اور اس کی دو بیٹیاں ایک غار میں رہنے لگے، دونوں نے انہیں شراب پلا کر ان سے حاملہ ہوئیں"[70]۔
(معاذ اللہ۔۔۔ نقل کفر کفر نباشد)۔

بائبل میں یعقوب علیہ السلام کو دھوکہ باز اور یعقوب علیہ السلام کو خدا سے کشتی کرنے والا بتایا گیا ہے، جبکہ داود علیہ السلام کو غلط کار اور اپنے فوجی سردار کو غلط طریقے سے قتل کا مرتکب ٹھہرایا۔[71]

سلیمان علیہ السلام کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کو آخری عمر میں ان کی بیویوں نے گمراہ کر دیا تھا اور اپنی بیویوں کے دیوی عشارات اور دیوتا مولک کی پیروی کرنے لگا تھا اور اسی طرح ایوب علیہ السلام جو قرآن کی زبان میں بہترین صابرین میں شمار ہیں، یہود کے مقدس مذہبی کتاب عہد نامہ قدیم کی کتاب ایوب میں آزمائش کے بعد ایک ناامید اور اپنی قسمت اور پیدائش کے دن کو کوستا ہوا دکھایا گیا ہے۔[72]

یہودی عقیدہ کے مطابق تورات کی موجودگی میں نبوت کی ضرورت باقی نہیں ہے اس لئے سلسلہ نبوت ختم کر دیا جائے گا۔ تلمود کہتی ہے:

> "The time will come when the prophet and Hagiography will be abolished but not the Pentateuch. When everybody is obedient to the commandments there will be no further need for the prophet exhortations"[73]

ان کا یہ عقیدہ خود ان کے اس تاریخی حقیقت کے خلاف ہے کہ جب 63 قبل مسیح میں پومپی نے بیت المقدس کو قبضہ کیا اور مکابی دور بھی ختم ہوا اور یہودی غیر قوموں کی غلامی میں جکڑ گئے تو وہ شدت سے اس پر آشوب دور میں مسیح علیہ السلام کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔[74]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری سے قبل یہود جس نجات دہندہ کے منتظر تھے قرآن اس کی تصدیق یوں کرتا ہے:

"وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا"[75]

"باجود یہ کہ اس کی آمد سے پہلے وہ خود کفار کے مقابلے میں فتح و نصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے مگر جب وہ چیز آگئی جسے وہ پہچان بھی گئے تو انہوں نے اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ خدا کی لعنت ان منکرین پر"[76]۔

سید مودودی لکھتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ کی آمد سے پہلے یہودی بے چینی کے ساتھ اس نبی کے منتظر تھے جس کی بعثت کی پیشین گوئیاں ان کے انبیاء نے کی تھیں اور دعائیں مانگا کرتے تھے کہ جلدی سے وہ آئے تو کفار کا غلبہ مٹے اور پھر ہمارے عروج کا دور شروع"[77]۔

جیسا کہ انجیل یوحنا میں وارد ہے:

"اور یوحنائی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلیم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کے لئے اس (یحیی) کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اس نے اقرار اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اس سے پوچھا۔ پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں۔۔۔ کیا تو (وہ) نبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں؟۔ پس انہوں نے اس سے کہا پھر تو ہے کون؟ تاکہ ہم اپنے بھیجنے والوں کو جواب دیں کہ تو اپنے حق میں

کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا میں جیسا یسعیاہ نبی نے کہا، بیابان میں پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ سیدھی کرو"[78]۔

مرقس اور لوقا کی اناجیل کا بیان ہے:

"جب لوگ منتظر تھے اور سب اپنے اپنے دل میں یوحنا کی بابت پوچھتے تھے کہ آیا وہ مسیح ہے یا نہیں؟ تو یوحنا نے ان سب سے جواب میں کہا: میں تمہیں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں مگر جو مجھ سے زور آور ہے وہ آنے والا ہے میں اس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں وہ تمہیں روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا"[79]۔

"ان پیشینگوئیوں اور بشارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہود چند ایک عظیم المرتبت اور اولوالعزم پیغمبروں کی بعثت کے منتظر تھے، ان میں سے ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے"[80]۔

یہود بظاہر موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا اقرار کرتے تو ہیں لیکن کرتے وہ سب کچھ ہیں جس سے موسیٰ علیہ السلام بلکہ ہر نبی روکتے تھے، خواہ وہ توہین انبیاء ہو یا ارتکاب محرمات یا بے گناہ انسانوں کا قتلِ عام یا دھوکہ دہی سے انسانوں کے مال و متاع کا ضیاع اور ہڑپ کرنا ہو۔

عیسائیت اور عقیدہ رسالت:

جس طرح یہود انبیائے بنی اسرائیل کی پیشین گوئیوں کی بناء پر مدتوں سے ایک نبی کے آنے کے منتظر تھے اور انہیں کی خبروں کی بنیاد پر مکہ و مدینہ اور آس پاس کے بہت سے لوگ دولت ایمان سے مالامال ہو رہے تھے لیکن خود یہود نے نسلی عصبیت اور تفاخر کی بنیاد پر بنی اسرائیل کی بجائے بنی اسماعیل میں آنیوالے پیغمبر آخر الزمان صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو ہر قسم کی نشانیوں کے پہچاننے کے باوجود تسلیم نہیں کیا اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم پر ایمان لانے سے محروم رہے۔

یثرب جزیرۃ العرب میں دین یہود کے پھیل جانے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ جب تبع شام وغیرہ فتح کر کے واپس جا رہا تھا تو یثرب میں قتل وغارت کر کے اس کو نیست و نابود کرنا چاہا تو ایک اڑھائی سو سالہ یہودی عالم اس کے پاس آ کے کہنے لگا: اے بادشاہ! تو اس بستی کو اجاڑ نہیں سکتا۔ تبع نے پوچھا کیوں؟ تو بوڑھے نے کہا یہ وہ جگہ ہے جہاں اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ایک نبی مکرم ہجرت کر کے تشریف لائے گا جس کو مکہ سے جلاوطن کیا جائیگا۔ یہ سن کر وہ اپنے ارادے سے باز آیا اور موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا۔[81]

یہی حال نصاریٰ کا تھا، آنیوالے نبی کے وہ بھی منتظر تھے مگر ان کو توقع تھی کہ وہ شام میں پیدا ہو گا، عرب کے کسی نبی کے ماننے کے لئے وہ تیار نہ تھے۔ اس کا اندازہ ہرقل کے کلام سے لگائیے۔ جب اس کے پاس رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا فرمان پہنچا تو قریش کے تاجروں سے کہا:

"مجھے معلوم تھا کہ ایک نبی ابھی اور آنے والا ہے مگر یہ امید نہ تھی کہ وہ تم میں سے ہو گا"۔

اسی طرح مقوقس مصر کے پاس جب دعوت نامہ اسلام پہنچا تو اس نے بھی یہی کہا کہ:

"ابھی ایک نبی آنا باقی ہے یہ مجھے معلوم ہے مگر مجھے امید تھی کہ وہ شام میں آئے گا"[82]۔

غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ عرب پر (اسلام سے پہلے) بدویت، ناخواندگی اور جہالت کا غلبہ تھا، دوسری بڑی قومیں ان کو غیر مہذب اور اپنا غلام تصور کرتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ یہود، نصاریٰ اور دوسرے عجمی حکمران ان کے اندر مبعوث نبی پر ایمان لائے کے لئے تیار نہیں تھے۔ خسرو پرویز کو جب حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا نامہ مبارک پہنچا تو وہ اس بات سے غضب ناک ہوا کہ ایک غلام قوم کا فرو پادشاہ عجم

کو اس طرح مخاطب کرے! وہ عرب کی قوم کو ذلیل سمجھتا تھا۔ اس بات کے لئے وہ تیار نہ تھا کہ اس ماتحت قوم میں حق کی طرف بلانے والا پیدا ہو۔[83]

بہرصورت جب حضرت محمد ﷺ تشریف لائے اور اللہ نے آپ ﷺ کو پیغمبر آخر الزمان بنایا تو سب سے آگے بڑھ کر مخالفت کرنے والے یہی یہود و نصاریٰ تھے۔ وجہ صرف اور صرف نسلی تعصب تھا جیسا کہ ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

"میرے والد اور چچا جو یہودی تھے حضور ﷺ کے مدینہ تشریف آوری کے بعد ملاقات کے لئے گئے، گھر میں ان دونوں بھائیوں کی باہمی گفتگو ام المؤمنین نے اپنے کانوں سے سنی:
ایک بھائی دوسرے سے: کیا خیال ہے کہ یہ وہی آخر الزمان ہیں جن کی بشارت تورات میں موجود ہے؟ دوسرے نے جواب دیا: بے شک بالکل وہی ہیں۔ پھر کیا ایمان لاؤ گے؟ بالکل نہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ بنی اسرائیل میں سے نہیں ہیں بلکہ بنی اسماعیل میں سے ہیں"[84]۔

تعصب ایک ایسی چیز ہے کہ جس نے ہر دور میں انسانوں کو حق کو تسلیم کرنے اور ماننے سے روکے رکھا خواہ یہ مذہبی تعصب ہو یا لسانی، قومی ہو یا وطنی، قبیلے کا ہو یا خاندانی۔

ابو جہل جیسے لوگوں نے آپ ﷺ کی رسالت کو اسلئے رد کیا تھا کہ یہ ان کے خیال میں ان کا خاندانی حریف ہے وہ کہا کرتا تھا کہ رسالت کا دعویٰ کر کے محمد ﷺ نے اپنے خاندانی مفاخر میں ایک اور فخر کا اضافہ کر دیا۔ قرآن مجید نے اس موقع پر اس کے اس خیال کو یوں بیان کیا ہے:

"وَقَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ"[85]۔

"کہتے ہیں یہ قرآن دونوں شہروں (مکہ و طائف) کے بڑے آدمیوں میں سے کسی پر کیوں نہ نازل کیا گیا"۔

اگر ذہن تعصب سے خالی اور پاک ہو تو جو صفات اور علامات نبی آخر الزمان ﷺ کی تورات و انجیل میں بیان ہوئی تھیں، آپ ﷺ میں موجود پائی گئی ہیں اس سے انکار کرنا ایسے شخص کے لئے ممکن نہ تھا جیسے کہ ورقہ بن نوفل وغیرہ نے کھلے دل سے آپ ﷺ کا اعتراف بطور نبی آخر الزمان کیا ہے:

"لما عاد النبی ﷺ من اعتکافه ثانیة من غار حراء۔۔۔فبدأ بالکعبة فطاف بها، فلقیه ورقة بن نوفل وهو یطوف، فقال یا ابن اخی، اخبرنی بما رأیت وسمعت۔ فاخبره الینا فقال له ورقة: والذی نفسی بیده، انک لنبی هٰذه الامة، ولقد جائک الناموس الاکبر الذی جاء موسیٰ"[86]۔

سید مودودی لکھتے ہیں:

"انجیل یوحنا[87] اس بات پر گواہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کی آمد کے زمانے میں بنی اسرائیل تین شخصیتوں کے منتظر تھے۔ ایک مسیح، دوسرے ایلیاہ (حضرت الیاس علیہ السلام کی آمد ثانی) اور تیسرے (وہ نبی)۔ یہ الفاظ اس بات پر صریح دلالت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام کے علاوہ ایک اور نبی کے منتظر تھے اور وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نہ تھے۔ اس نبی کی آمد کا عقیدہ بنی اسرائیل کے ہاں اس قدر مشہور و معروف تھا کہ "وہ نبی" کہہ دینا گویا اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کافی تھا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہ تھی "جس کی خبر تورات میں دی گئی ہے"۔ مزید برآں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس نبی کی طرف وہ اشارہ کر رہے تھے اس کا

آنا قطعی طور پر ثابت تھا کیونکہ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام سے یہ سوالات کئے گئے تو انہوں نے یہ نہیں کہا کہ کوئی اور نبی آنے والا نہیں ہے، تم کس نبی کے متعلق پوچھ رہے ہو"[88]۔

بہر حال یہ مسلم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے اور آپ کے (دنیا سے) اٹھائے جانے کے بعد دنیا ایک اور نبی کی منتظر تھی۔ لیکن تعصب اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے یہود، نصاریٰ اور دیگر متکبرین رسالتِ محمدی علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام سے محروم رہے اور ایمان نہیں لائے۔ ارشادِ باری ہے:

"اے اہل کتاب! ہمارا یہ رسول ایسے وقت تمہارے پاس آیا ہے اور دین کی واضح تعلیم تمہیں دے رہا ہے جب کہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ ایک مدت سے بند تھا، تاکہ تم یہ نہ کہ سکو کہ ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا، سو دیکھو! اب وہ بشارت دینے اور ڈرانے والا آگیا"[89]۔

عقیدہ توحید ورسالت کے اس مفصل بحث کے پیشِ نظر ہمارے اور اہل کتاب کے درمیان ہم آہنگی مشکل ہے تاہم اسلام رواداری اور برداشت کا نہ صرف قائل ہے بلکہ عقیدہ کے سلسلے میں کسی قسم کی زبردستی کی اجازت نہیں دیتا جب کہ دوسری طرف حالت یہ ہے کہ یہ حضرات کسی قسم کی رواداری اور برداشت کے لئے تیار ہی نہیں ہیں۔ اسلامی عقائد، دین اسلام کے شعائر اور رسولوں کی اہانت وتوہین ان کے آئے روز کا مشغلہ ٹھہرا ہوا ہے۔ رسول مقبول ﷺ کے نازیبا اور توہین آمیز خاکے مسلسل شائع کرتے رہنا اور قرآن مجید کو جلانے کے لئے بے تابی کی صورت میں امن عالم، بقائے انسانیت، بین المذاہب رواداری اور برداشت کیسے پیدا ہو گا؟

حواشی وحوالہ جات:

[1] دیکھئے: الشدیاق، احمد بن فارس: معجم مقائیس اللغۃ، داراحیاء الکتب العربیۃ عیسی البابی الحلبی وشرکاءہ: دمشق۔ 1366ء، ص: 4/86۔ ☆ مفردات القرآن 2/112، المنجد /824، 571۔

[2] دیکھئے: دائرہ معارف اسلامیہ، دانشگاہ: پنجاب۔ سن طباعت (ندارد)۔ ص: 1/51، 14 تا 54۔

[3] الزبیدی، محمد مرتضی الحسینی، تاج العروض۔ دارالفکر: بیروت۔ 1994ء۔ ص: 9/169۔

[4] الاخلاص: 4-1۔

[5] آل عمران: 64۔

[6] النحل: 36۔

[7] التوبہ: 31۔

[8] سید، رضی الدین، یہودی مذہب مہد سے لحد تک، بیت السلام، کراچی لاہور، 2010ء۔ ص: 20۔

[9] بائبل، (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی لاہور، 2007ء)۔ تواریخ: 24:21, 2۔

[10] بائبل: یرمیاہ: 18:22۔

[11] البقرۃ: 61۔

[12] الصافات: 125۔

[13] دیکھئے: بائبل: خروج: 9: 14:4۔

[14] دیکھئے: سید قاسم محمود، شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا، شاہکار بک فاونڈیشن، سن طباعت (ندارد)۔ ص: 2/1588۔

[15] بائبل: استثناء: 6:4۔

[16] Abraham Cohen, Every man's Talmud, Stockmen books, New York, 1975, P: 25.

[17] دیکھئے: یہودی مذہب مہد سے لحد تک، ص: 21۔

[18] سورت ق: 38۔

[19] بائبل: کتاب پیدائش: 22:3۔

[20] بائبل: کتاب پیدائش: 24:3۔

[21] ایضاً: 7, 6:11۔

[22] ایضاً: 7, 6:6۔

[23] Every man's Talmud, P: 14

[24] کتاب: پیدائش، 15, 14:9۔

[25] المائدہ: 18۔

[26] Every man's Talmud, P: 59۔

[27] دیکھئے معارف اسلامی، جنوری، 2010ء، شعبہ عربی و علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، ص: 91۔

[28] ایضاً۔

[29] دیکھئے: استثناء، 18-14۔

[30] دیکھئے: خروج، 11-9:24۔

[31] دیکھئے: پیدائش 28-22:32۔

[32] خروج: 22, 21:3۔

[33] دیکھئے: مریم: 15 تا 35۔

[34] دیکھئے: مودودی، ابوالاعلیٰ (سید)، سیر تا سرور عالم، ادارہ ترجمان القرآن: لاہور۔ 1999ء۔ ص: 1/ 648، 647۔

[35] بائبل: عہد نامہ جدید، متی: 28:12۔

[36] مرقس: 29:12۔

[37] دیکھئے: متیٰ: 28، 3:16، 20:8۔

[38] کیرانوی، رحمت اللہ: اظہار الحق، اردو ترجمہ: بائبل سے قرآن تک۔ مکتبہ دار العلوم: کراچی، 1391ھ۔ ص: 2/ 247۔

[39] دیکھئے: The new Encyclopedia Britannica's, Chicaga: 1768, Article: Trinity , P:497,v:22

[40] دیکھئے: پادری سیل، نوید جاوید، ص: 356۔

[41] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، ص: 22/ 419۔10۔

[42] مودودی، ابوالاعلیٰ (سید)، تفہیم القرآن، ج/ 1، النساء، حاشیہ 215، ادارہ ترجمان القرآن: لاہور، 2000ء۔

[43] کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا، احسن الحدیث فی ابطال التثلیث، جامعہ اشرفیہ لاہور، 1385ھ۔ ص: 3۔

[44] Jesus of Paul/ 122, Harper and brothers۔

[45] Archibald Robertson, The Bible sits background/ 22

[46] Lord Headily, the Affinity between the Christ and Islam, P: 75

[47] سیرت سرور عالم ﷺ، ص: 1/ 675۔

[48] دیکھئے: محمد یوسف خان، پروفیسر، تقابل ادیان، مجلس نشریات اسلام، کراچی، انارکلی لاہور۔ ص: 219۔

49 دیکھیے: النساء: 171۔

50 انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مقالہ Christianity، ریورنڈ جارج ولیم ناکس۔ دیکھئے: سیرت سرور عالم ﷺ 1 / 673۔

51 متی: 26, 6:21۔

52 الانعام: 164۔

53 البقرۃ: 285۔

54 دیکھئے: نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر، فلسفہ رسالت، فیروز سنز کراچی، 1988ء۔ ص: 3۔

55 فاطر: 24۔

56 الاحزاب: 21۔

57 النساء: 64۔

58 آل عمران: 31۔

59 الشیبانی، احمد بن حنبل (الامام)، مسند احمد، ح / 8728، الرسالۃ، دارالصادر: بیروت، لبنان۔ سن طباعت (ندارد)، ص: 14 / 342۔ ☆ رواہ البخاری فی المفردات عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔

60 طبرانی، سلیمان بن احمد: معجم الاوسط للطبرانی، مکتبہ المعارف، للنشر والتوزیع: ریاض، سن طباعت (ندارد)۔ ص: 9 / 169۔

61 ابن کثیر، اسماعیل، ابوالفداء، البدایۃ والنہایۃ، مکتبہ المعارف، بیروت، 1966ء۔ ص: 1 / 257۔

62 رحمت للعالمین (منتخب مقالات)، ترتیب وتدوین: ڈاکٹر محمد شاہد رفیع، زبیر طارق، دعوہ اکیڈمی بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد، 2010ء۔ ص: 92۔

63 بانگ درا / جواب نظم شکوہ۔

64 مودودی، ابوالاعلیٰ (سید)، دینیات، ادارہ ترجمان القرآن: لاہور۔ 2000ء۔ ص: 49۔

65 Everyman's Talmud, P: 122۔

66 تلمود، ص: 122۔

67 استثناء: 15:18۔

68 محمد یوسف خان، تقابل ادیان، ص: 194۔

69 پیدائش: 2:35۔

70 دیکھئے: ایضاً: 19:30 تا 38۔

71 دیکھئے: ایضاً: 29:22 تا 29۔ باب: 31۔ باب 22:32 تا 32۔ عہد نامہ قدیم، سموئیل 2، باب 12، 11۔

72 دیکھئے: سلاطین، باب: 11۔ دیکھئے: ایوب، باب: 3۔

73 Everyman Talmud, P: 25۔

74 دیکھئے: چیمہ، غلام رسول: پروفیسر، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، علمی کتب خانہ: لاہور۔ 1992ء۔ ص: 412۔

75 البقرۃ: 89۔

76 ایضًا۔

77 مودودی، ابوالاعلیٰ (سید)، ترجمہ قرآن مجید مع مختصر حواشی، ادارہ ترجمان القرآن: لاہور۔ 2004ء، 2005ء۔ ص: 23۔

78 انجیل یوحنا: باب 1، آیات 19 تا 23۔

79 لوقا: 16, 15:13۔ دیکھئے: مرقس: 1:1 تا 8۔

80 مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، ص: 413۔

81 الازہری، پیر، محمد کرم شاہ: ضیاء النبی۔ضیاء القرآن پبلی کیشنز: لاہور۔ کراچی، 1418ء۔ ص: 1 / 332،333 ۔ ☆سید محمود البغدادی، بلوغ الارب فی معرفۃ احوال العرب، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔ ص:2 / 240،241۔

82 ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، داراحیاء التراث العربی: 1997ء۔ ص: / 260۔

☆دیکھئے: سید مودودی، ابوالاعلیٰ، امت مسلمہ کے مسائل اور ان کا حل، ترتیب: الاستاد خلیل احمد حامدی (مرحوم) ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور، 1998ء۔ ص:66۔

83 دیکھئے: حوالہ سابقہ، ص:67۔

84 ضیاء النبی 1، ص:497، (بحوالہ: ابن القیم، ہدیۃ الحیاریٰ، ص:40)۔

☆پرواز رحمانی (مرتب): مغربی تہذیب کا چیلنج اور اسلام، منشورات، لاہور، 2007ء۔ ص:152،153۔

85 الزخرف:31۔

86 بخاری، محمد بن اسماعیل (الامام) بخاری، حدیث نمبر:3، دار الفکر: بیروت، لبنان۔ 2000ء۔

☆السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، ص:2،1 / 238۔

87 دیکھئے: انجیل یوحنا: 1:9 تا 23۔ لوقا: 16, 3:15۔ مرقس: 1:1 تا 8۔

88 سیرت سرور عالم، ص:1 / 680۔

89 المائدہ:19۔